جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

شیخ احمد حسین دیدات رحؒ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ
عظیم شخصیات
آسمان سے نہیں اترتیں
بلکہ
زمین پر پیدا ہوتی ہیں،
زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛
اور یہ کہ
ہر بچہ
اگر 'چاہے'
تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

ہاتھ اٹھ رہے ہیں یا علم فتح ہے بلند
چلتی ہوئی زبان ہے یا ذوالفقار ہے

”ابھی میں اس کتابچے (کیا بائبل خدا کا کلام ہے؟) کو تیار ہی کر رہا تھا کہ اتوار کی ایک صبح میرے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ ایک یورپی النسل شریف زادہ وہاں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ ”صبح بخیر“ اس نے کہا۔ ”صبح بخیر“، میں نے جواب دیا۔ اس نے مجھے Awake اور Watchtower رسالے نکال کر دیے۔ جی ہاں وہ Jehovah's Witness فرقہ کا مشنری تھا۔ اگر ان میں سے کسی نے کبھی آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے تو آپ انھیں فوراً پہچان جائیں گے... میں نے اسے اندر بلالیا۔ جیسے ہی وہ اطمینان سے بیٹھا میں نے اپنے پاس موجود Awake میگزین کی ایک پرانی کاپی (بتاریخ 8 ستمبر 1957) دور سے اسے دکھائی اور Awake کے مونوگراف کی طرف اشارہ کر کے پوچھا، ”کیا یہ آپ کا ہے؟“ اسے پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ ”اس کے مطابق آپ کی بائیبل میں پچاس ہزار غلطیاں ہیں، کیا یہ درست ہے؟“ نوجوان مشنری کے اوسان خطا ہو گئے، ”یہ آپ کو کہاں ملا؟“ اس نے پوچھا۔ یہ رسالہ آج سے 23 سال پہلے چھپا تھا (تب یہ مشنری دودھ پیتا بچہ ہوگا)۔ ”یہ بیکار کی باتیں چھوڑیے اور یہ بتائیے کیا یہ آپ کا ہے؟“ میں نے دوبارہ مونوگراف کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ اس نے کہا، ”کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟“؛ ”بالکل“ میں نے اسے وہ صفحہ تھما دیا، وہ غور سے اسے پڑھنے لگا۔ مشنری تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ وہ کلاسیں کرتے ہیں... اور مذکورہ فرقے کے مشنری تو ہفتے میں پانچ پانچ کلاسیں کرتے ہیں اور یقینا عیسائیت کے ہزاروں فرقوں میں سب سے زیادہ trained مشنری ہوتے ہیں۔ انھیں سکھایا جاتا ہے کہ جب کہیں پھنس جاؤ تو زبان بند رکھو۔ انتظار کرو مقدس روح کا کہ وہ تمھیں بتائے کہ تمھیں کیا کہنا چاہیے۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، وہ پڑھتا رہا۔ اچانک اس نے اوپر دیکھا۔ اسے کچھ سوجھ گیا تھا۔ شاید 'مقدس روح' نے اسے بتا دیا تھا کہ اسے کیا کہنا ہے۔ وہ بولا، ”لیکن یہ مضمون کہتا ہے کہ زیادہ تر غلطیوں کی اصلاح کی جا چکی ہے“۔ میں نے پوچھا، ”چلیے مان لیتے ہیں کہ زیادہ تر غلطیوں کی اصلاح ہو چکی ہے تو پچاس ہزار میں سے کتنی غلطیاں باقی رہ گئیں؟ پانچ ہزار؟ پانچ سو؟ پچاس؟ اگر پچاس بھی باقی رہ گئی ہوں تو کیا یہ غلطیاں خدا کی غلطیاں شمار ہوں گی؟“ وہ چپ تھا۔ اس نے یہ کہہ کر رخصت چاہی کہ وہ چرچ کے کسی سینئر ممبر کے ساتھ دوبارہ آئے گا۔[۱۱]“ (احمد دیدات)

احمد حسین دیدات

پیدائش اور بچپن: شیخ احمد حسین دیدات یکم جولائی 1918 کو سورت (گجرات) میں پیدا ہوئے۔ احمد حسین کی پیدائش کے کچھ ہی دنوں بعد ان کے والد نے، جو پیشے سے درزی تھے، جنوبی افریقہ میں سکونت اختیار کی۔ احمد حسین کا بچپن انتہائی غریبی اور کسمپرسی کی حالت میں گزرا۔ جس گھر میں دو وقت کی روٹیوں کے لالے ہوں وہاں احمد حسین کی تعلیم کا تو کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا تھا۔ 1927 میں احمد حسین بھی اپنے والد کے پاس جنوبی افریقہ چلے گئے۔ کچھ ہی مہینوں بعد ہندوستان میں ان کی پیاری امی کا انتقال ہو گیا۔ دیار وطن سے دور اجنبی سرزمین پر نو سال کے احمد حسین نے پڑھائی کا باقاعدہ آغاز کیا۔ انھیں نہ تو وہاں کی مقامی زبان آتی تھی اور نہ ہی انگریزی لہٰذا شروع میں انھیں خاصی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے ہمت نہیں ہاری۔ یہ تعلیمی سلسلہ معاشی تنگ حالی کی وجہ سے زیادہ جاری نہ رہ سکا اور چھٹی کلاس میں ہی انھیں پڑھائی چھوڑنی پڑی۔

سولہ سال کی عمر سے ہی آپ کام کرنے لگے۔ 1936 میں آپ Natal South Coast میں واقع ایک فرنیچر کی دکان میں بطور سیلز مین ملازم ہوئے۔ یہ ایک مسلم تاجر کی دکان تھی جو مقامی مشنری مدرسے سے بہت قریب واقع تھی۔ اپنی کتابوں میں دیدات نے بارہا ذکر کیا ہے کہ کس طرح اس مدرسے کے ٹرینی مشنریوں نے اپنے اتہامات اور دشنام طرازیوں سے علاقے کے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ بائبل بغل میں دبائے یہ مشنری منہ اٹھائے شکار کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے اور کسی مسلمان سے سامنا ہونے پر اللہ کے رسولؐ کی شان میں گستاخی کرتے، اسلام پر تلوار سے پھیلنے کا الزام لگاتے اور عیسائی مذہب کے گن گاتے اور طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے عیسائیت قبول کرنے پر اکساتے۔ ننھے دیدات مشنریوں سے نالاں تھے، دل ہی دل میں تمنا تھی کہ کاش ایک وقت ایسا آئے کہ ان بدزبانوں کی زبان پر لگام لگائی جاسکے۔ اسی دوران دکان کے تہہ خانے کی صفائی کے

دوران مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی کتاب اظہار الحق ان کے ہاتھ لگی۔ یہ کتاب مولانا کیرانوی نے ایک صدی قبل ہندوستان میں مشنریوں کے پروپگینڈے کے ابطال میں مسلمانوں کی کامیاب دفاعی اور اقدامی کوششوں پر لکھی تھی۔ اس کتاب میں ان تبلیغی مشنریوں کے خلاف ہندوستانی مسلمانوں کی کامیاب جدوجہد کی ایک تاریخی جھلک تھی۔ اس کتاب نے دیدات کا حوصلہ بڑھایا خصوصاً مشنریوں سے مقابلے کے لیے انھیں مناظرے کا یہ اقدامی طریقہ بڑا پسند آیا۔ بالآخر ایک نئے جوش سے سرشار دیدات نے بائبل خریدی اور اپنی دکان پر آنے والے ٹرینی مشنریوں کے اعتراضات کے جوابات دینے لگے، بلکہ آگے بڑھ کر خود بائبل کی تحریفات پر، تثلیث پر، عیسیٰؑ کے خدا ہونے پر اعتراضات کرنے لگے۔ جواب دینا تو بہت دور بہت جلد ٹرینی مشنری، جو چند رٹی رٹائی تقریریں کرنے ہی میں ماہر تھے، ان سے خوفزدہ ہوگئے۔ ان مشنریوں نے دوسروں پر اعتراض کرنا ہی سیکھا تھا، اعتراضات کا جواب دینا نہیں۔ دیدات نے ٹرینی مشنریوں، ان کے اساتذہ اور بڑے priests کو بھی مناظرے کی دعوت دی اور اس کے بعد انھوں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

ان کے علاقے میں ایک نو مسلم فیر فیکس اسلامک اسٹڈیز کی کلاس لیتے تھے، طلبہ کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے وہ عیسائیوں پر اسلام کی تبلیغ اور بائبل پر بھی کلاس لینے لگے۔ دیدات پہلے پہل تو جناب فیر فیکس سے پڑھتے لیکن کچھ ہی مہینوں میں اپنے مطالعے اور لگن کی بنا پر اس قابل ہو گئے کہ انھوں نے کامل تین سال تک اس کلاس کو خود پڑھایا۔

دعوت کا میدان: افریقہ میں دیدات نے جس زمانے میں مشنریوں کے خلاف محاذ قائم کیا وہ زمانہ مسلمان خصوصاً سیاہ فام نسل کے لوگوں کے لیے سخت آزمائش کا زمانہ تھا۔ 'گورے' اور 'اعلیٰ نسل' والے 'کالے' اور 'ادنیٰ نسل' والوں کے خلاف ہر طرح کا ظلم وستم روا رکھے ہوئے تھے۔ کالوں کے لیے کوئی مراعت، کوئی حقوق، اور کوئی قانون نہیں تھا۔ ان کے ساتھ 'کچھ' بھی کیا جاسکتا تھا۔ لیکن دیدات نے Apartheid اور نسلی زیادتیوں کے کسی خوف کو خود پر حاوی ہونے نہیں دیا اور دلیری کے ساتھ اپنا کام کرتے چلے گئے۔ اپنا پہلا باقاعدہ لیکچر دیدات نے **محمدؐ: امن کے پیغمبر** کے نام سے 1942 میں ڈربن کے ایک تھیٹر میں پندرہ لوگوں کے سامنے دیا۔ اس کے بعد تو ایک مقرر کی حیثیت سے ان کی مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا اور جنوبی افریقہ کے متعدد شہروں سے ان کے پاس دعوت نامے آنے لگے۔ جوہانسبرگ اور کیپ ٹاؤن جیسے بڑے شہروں میں ان کی تقریریں بڑے

مجمعوں کے سامنے ہونے لگیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ڈربن آنے والے سیاحوں کے لیے جامع مسجد سے، جو بذات خود سیاحوں کی توجہ مرکز ہوتی ہے، ایک Guided Tour کا خاکہ بنایا جس کے تحت سیاحوں کو ڈربن کے قابل ذکر مقامات کی سیر کے ساتھ ساتھ اسلام کا صحیح اور جامع تعارف بھی کرایا جاتا۔ احمد دیدات نے ان ٹورس کے دوران خود بھی ایک گائیڈ کا کردار نبھایا۔

یہ کوششیں رنگ لائیں بہت جلد اسلام کے بارے میں جاننے کے خواہش مندوں کا ایک تانتا سا بندھ گیا، خطوط کے جوابات اور لٹریچر کی سپلائی وغیرہ کے لیے جامع مسجد کی آفس ناکافی محسوس ہونے لگی۔ 1957 میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر دیدات نے Islamic Propagation Centre International (IPCI) کی بنیاد ڈالی۔ اس تنظیم کا مقصد اسلام پر کتب کی اشاعت اور نو مسلموں کے لیے اسلامک اسٹڈیز کی کلاسوں کا اہتمام کرنا تھا۔ 1958 میں دیدات نے اسلامی تعلیم گاہ السلام کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح دعوت، تبلیغ اور نو مسلموں کی تعلیم کے کام کو منظم کرنے کی کوشش کی اور اس کام کو مکمل تین دہائیوں تک بحسن وخوبی نبھاتے رہے۔ بائبل کلاسوں اور مختلف موضوعات پر لیکچرس کا آغاز ہوا۔ اور ایک وقت یہ آیا کہ ان کے ہر ہر لیکچر میں چالیس پچاس ہزار لوگ شرکت کرنے لگے۔ اسی طرح ان کے کئی کتابچے، لیکچرس کے آڈیو، ویڈیو کیسیٹ وغیرہ منظر عام پر آنے لگے۔

1960 اور 1970 کی دہائیوں میں دیدات پوری طرح دعوت کے ان کاموں میں لگے رہے۔ 1980 کے اوائل ہی سے ان کے کارناموں کی شہرت جنوبی افریقہ کی سرحدوں سے باہر دنیا بھر میں ہونے لگی۔ ان کا پہلا قابل ذکر مناظرہ (debate)، اگست 1981 میں ڈربن میں جوش میک ڈاول سے ہوا۔ ستمبر 1985 میں گیری ملر کے ساتھ مباحثہ ہوا۔ گیری ملر نے بعد میں اسلام قبول کرلیا۔ کیتھولک جیمس کننگھم بھی دیدات سے مناظرہ کرنے کے بعد ایمان لے آئے۔ انیس شوروش کے ساتھ دسمبر 1985 اور پھر اگست 1988 کو لندن میں ہونے والا مناظرہ خاصا مشہور ہوا۔ پہلا مناظرہ **کیا عیسیٰؑ خدا ھیں؟** جب کہ دوسرا مناظرہ **اللہ کا کلام: قرآن یا بائبل؟** کے موضوع پر تھا۔ نومبر 1986 میں جیمی سواگارٹ کے ساتھ **کیا بائبل اللہ کا کلام ھے؟** کے موضوع پر مناظرہ رہا۔ ان کے ہر ہر مناظرے پر سیکڑوں لوگوں کو ہدایت کی روشنی حاصل ہوئی۔ اور ان کے ویڈیوز کے ذریعے یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ نومبر 1986 میں ڈاکٹر رابرٹ ڈگلس کے ساتھ عیسیٰؑ کی مصلوبیت پر مناظرہ کیا۔ اسی موضوع پر 17 جولائی 1994 کو ویزلی ویکفیلڈ کے ساتھ کناڈا میں بھی مناظرہ ہوا۔

1984 میں احمد دیدات نے ببانگ دہل پوپ جان پال دوم کو ویٹکن سٹی میں عوامی مناظرے کا چیلنج دیا۔ پوپ کو اس کی ہمت نہیں ہوئی، انھوں نے صرف بند کمرے کی ایک ملاقات پر آمادگی ظاہر کی۔ دیدات نے اصرار کیا کہ ملاقات عوام کے سامنے ہونی چاہیے لیکن پوپ نے دیدات کی بات کا جواب دینا بند کر دیا۔ پوپ کے ساتھ ہوئی اپنی خط و کتابت کو دیدات نے ایک کتابچے کی شکل میں شائع بھی کیا۔ دیدات کے متعدد کتابچے؛ کتابچوں کا ایک مجموعہ The Choice؛ اوران گنت آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کافی مقبول ہیں۔ ان کی کتابوں اور کیسیٹس کی مقبولیت اور اثر آفرینی کو دیکھتے ہوئے کچھ ممالک نے ان پر پابندی بھی عائد کر دی تھی۔

1986 میں انھیں ان کی دعوتی خدمات کے لیے شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازا گیا۔ 1986 میں دیدات 68 سال کے تھے لیکن 96-1986 تک کے دس سالوں میں انھوں نے اپنی گرتی ہوئی صحت کے باوجود کثرت سے بین الاقوامی دورے کیے۔ مشرق میں آسٹریلیا سے لے کر مغرب میں امریکہ تک کے ممالک چھان ڈالے۔ اس دوران ان کے لیکچرس اور کلاسس سے ایک عالم نے استفادہ کیا۔

آزمائش: 3 مئی 1996 کو احمد دیدات پر فالج کا حملہ ہوا۔ فالج بھی ایسا شدید کہ جسم میں گردن سے نیچے کا سارا حصہ بالکل بیکار ہو گیا۔ بولنا اور کھانا پینا بھی بند ہو گیا۔ اپنی زندگی کے آخری نو سال انھوں نے اسی معذوری کی حالت میں اپنے بستر پر بسر کیے اس حال میں کہ دنیا سے رابطے کے لیے ان کے پاس صرف آنکھیں تھیں۔ آنکھوں سے وہ ایک چارٹ پر لکھے ہوئے حروف تہجی کی طرف اشارے کرتے اور ایک ایک حرف کر کے مکمل جملوں میں اپنا مدعا بیان کرتے۔ ان کی بیماری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے متعدد مشنریوں نے انھیں عیسائیت کی طرف راغب کرنا چاہا اور یہ بھروسہ دلایا کہ اس طرح وہ معجزاتی طور پر اچھے ہو جائیں گے لیکن شاید انھیں پتہ نہیں تھا کہ فالج کا اثر بندۂ مومن کے جسم پر تو ہو سکتا ہے لیکن قلب پر، روح پر اور ایمان پر نہیں۔ یہ احساس دیدات نے ان مشنریوں کو کرایا، وہ اپنی آنکھوں کے اشارے سے بائبل کے حوالے دیتے اور اس حال میں بھی اسلام کی حقانیت کا ثبوت بہم پہنچاتے۔ 8 اگست 2005 کو احمد دیدات جنہوں نے اپنے مناظروں اور کتابوں کے ذریعہ نہ جانے کتنے ہی مسلمانوں کے قلوب کو اطمینان اور خود اعتمادی سے لبریز کر دیا تھا، اللہ کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت، ان کی خدمات اور ان کے صبر کا اپنے شایان شان بدلہ عطا فرمائے۔ آمین!